طرح مندر اور اس میں نصب شدہ دیوی دیوتا حکمراں اور اس کے معاونین کے ذریعہ حکومت کی ایک چھوٹی شکل تھی۔

کونارک سوریہ مندر اور مینا کشی مندر کے اوپری حصہ میں کیا فرق ہے؟

دوسرے حصہ کے تحت تیرہویں سے سولہویں صدی کے بیچ بنی عمارتوں کو رکھتے ہیں۔

اس دور میں عمارتیں فن تعمیر کی سبھی علوم میں نئی ہیں اس کی تعمیر مسلمان حکمرانوں کے ذریعہ کی گئی تھی۔ اس دور میں ہندوستان میں ایک حکمراں خاندان (ترک افغان حکمراں خاندان) کی بنیاد پڑی۔

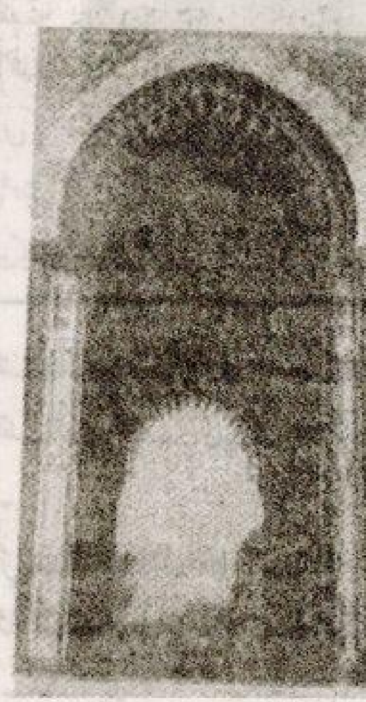

محراب تعمیر کی ٹوڈا تکنیک

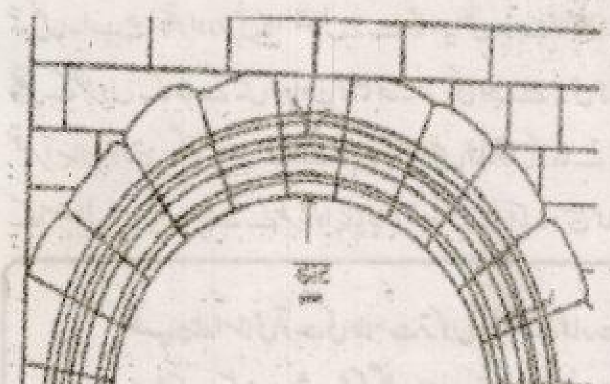

محراب کی بناوٹ ڈاٹ کی شکل میں

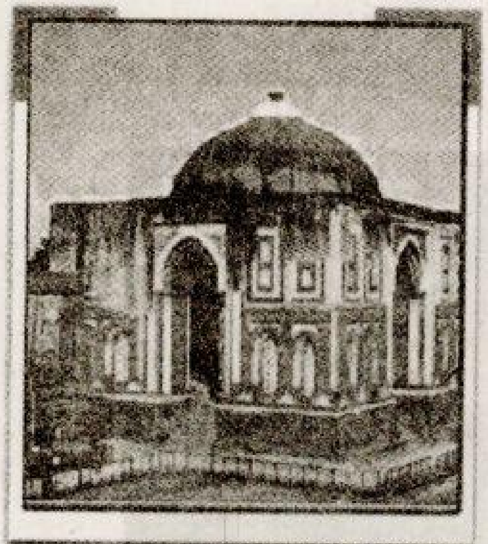

علائی دروازہ

محراب کے سائنسی اصول کا پہلی بار استعمال قطب مینار کے داخلہ کے دروازہ علائی دروازہ میں دیکھتے ہیں جہاں یہ قطب مینار کے احاطہ میں واقع ہے۔ اسلامی طرز کے محراب کی تعمیر کے لئے یہ عمارت ہندوستان میں مشہور ہے۔ تغلق عہد میں فن تعمیر میں غیاث الدین کا مقبرہ ایک نئے طرز کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ اس میں ہندوستانی اور اسلامی طرزوں کا ایک خوبصورت اور متوازن امتزاج ہے۔ تغلق عہد میں عمارتوں کی تعمیر بڑے پیمانے پر ہوئی۔ عمارت اونچے چبوترے پر اور گنبد سنگ مرمر کا بنایا گیا ہے۔

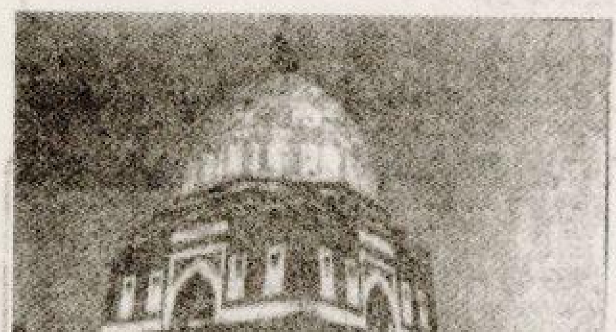

تغلق آباد میں غیاث الدین تغلق کا مقبرہ

دلّی سلطنت کے کمزور ہونے کے ساتھ ساتھ وہاں کے فنکار دیگر حلقوں میں ہجرت کر گئے۔ وہاں مقامی حکمرانوں نے جن کا طلوع سلطنت عہد کے زوال کے بعد ہوا ان فنکاروں کو تحفظ عطا کیا۔ ان صوبوں میں مقامی خصوصیات کو اخذ کر کے فن تعمیر کو کافی فروغ دیا گیا۔ ایسی مقامی حکومتیں جنھوں نے فن کو بہت تحفظ دیا وہ تھیں

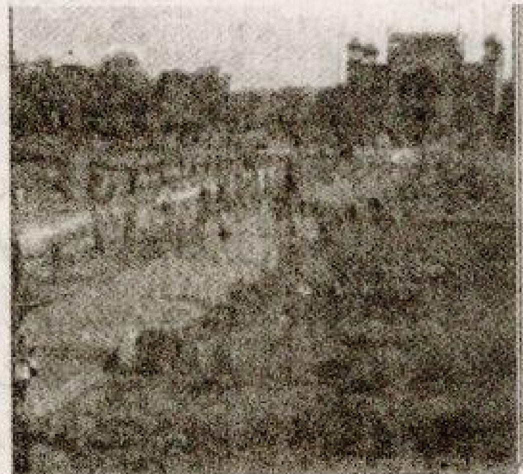

ہمایوں کے مقبرہ میں واقع چار باغ

بلند دروازہ

عمارتوں، قلعوں، شاندار دروازوں، مسجدوں اور باغات کی تعمیر کروائی۔ مغل حکمرانوں نے ذاتی سطح پر خصوصی دلچسپی دکھائی جس میں شاہجہاں بادشاہ سب سے آگے ہیں۔ مغل فن کی ابتدائی شکل باغوں کی تعمیر میں نظر آتی ہے۔ اس کی ابتداء بابر کے زمانے میں ہوئی۔ اس نے اپنی خودنوشت میں اسی طور پر باغوں کے منصوبے اور ان کے بنانے میں اپنی دلچسپی کا بیان کیا ہے۔ باغات دیوار سے گھرے ہوئے تھے اور مصنوعی نہروں کے ذریعہ چار حصوں میں تقسیم مستطیل نما احاطے میں واقع تھے۔ چار برابر حصوں میں تقسیم ہونے کی وجہ سے یہ چاوباغ کہلاتے تھے۔ کچھ خوبصورت ترین چار باغوں کو کشمیر، آگرہ اور دلّی میں جہانگیر اور شاہ جہاں نے بنوایا تھا۔

مغل فن تعمیر کا منظم اور حقیقی فروغ اکبر کے زمانے میں ہوا۔ اکبر کے ذریعہ تعمیر شدہ عمارتوں میں اسلامی، ہندو، بودھ اور جین اور مقامی فنکاروں کی شمولیت بھی ہوئی ہے۔ اس نے آگرہ اور فتح پور سیکری میں قلعے اور محلوں کی تعمیر کروایا۔ یہاں کی سب سے

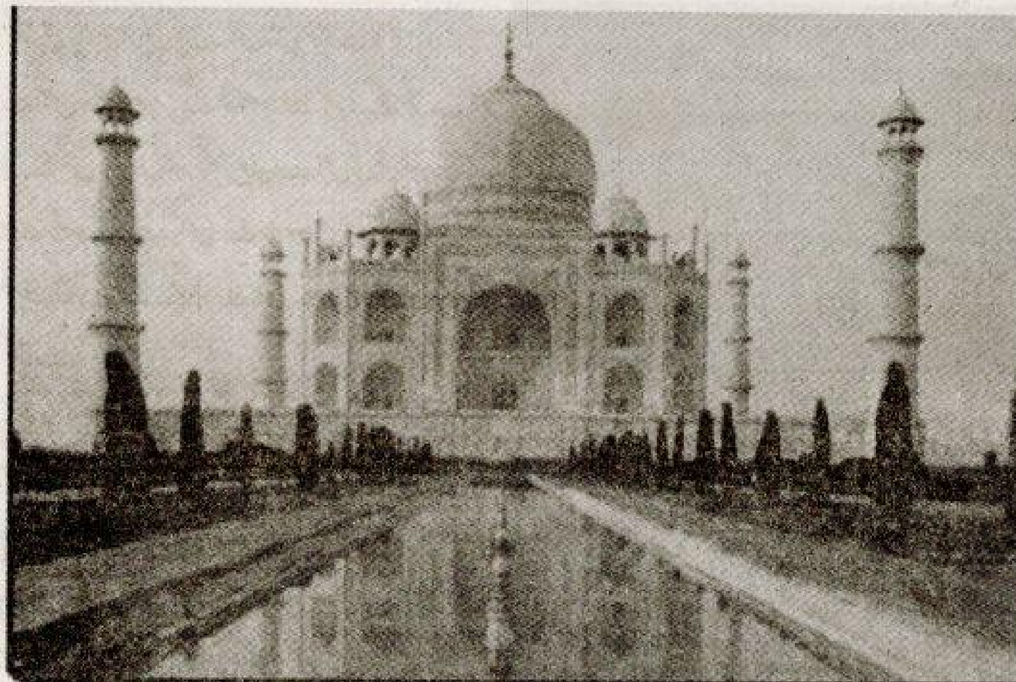

تاج محل

شاہجہاں کے عہد حکومت میں مغل عہد کے عظیم عمارتوں کو بنایا گیا۔ یہ عہد نسبتاً پرامن اور حکومت کی سطح پر بھی کافی خوشحال تھا۔ اگرچہ رعایا اس عہد میں زیادہ پریشان رہی کیونکہ سب سے زیادہ قحط اسی عہد میں ہوئے۔ اس زمانے میں بننے والی عظیم الشان عمارتوں کے پیچھے ایک دلیل یہ دی جاتی ہے کہ رعایا کو دشواریوں سے نکالنے کے مقصد سے شاہ جہاں وسیع پیمانے پر عمارتوں کی تعمیر کرار ہا تھا تا کہ لوگوں کو طویل مدت تک کام ملتا رہے۔ اس عہد میں بننے والی عمارتوں میں سنگ مرمر کا استعمال بڑے پیمانے پر کیا گیا۔ ساتھ ہی ستونوں اور دیواروں پر ہیروں سے جڑے نقاشی کا (پٹرادورا) استعمال بھی خوب کیا گیا۔ ان دونوں کے استعمال سے تعمیر شدہ تاج محل فن تعمیر کا ایک بے مثال نمونہ بن گیا ہے۔ اس کی اہم خصوصیت اس کا عظیم الشان گنبد اور خاص عمارت کے چبوترے کے کنارے پر

پٹرادوُرا۔۔۔ اُنکیرن سنگ مرمر یا بلوا پتھر پر رنگین ٹھوس پتھروں کو دبا کر بنائے گئے خوبصورت اور نقش دار نمونے

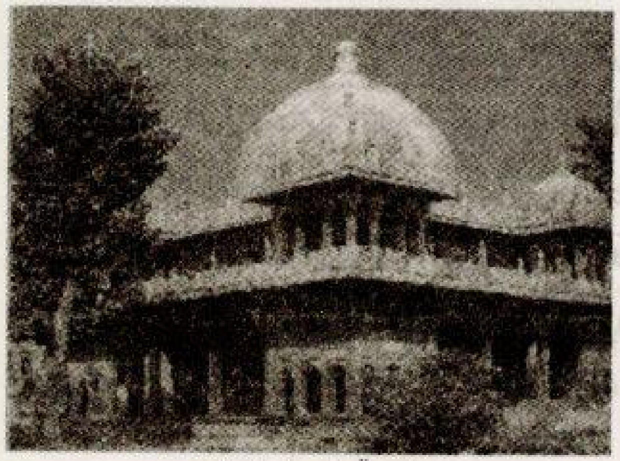

منیر واقع شاہ دولت کا مقبرہ

میں مغلیہ حکومت کے زوال کے عوامل کی شکل میں پڑھ چکے ہیں۔ اورنگ زیب نے لال قلعہ میں موت مسجد اور اپنی بیوی کی یاد میں مہاراشٹر کے اورنگ آباد میں بیوی کا مقبرہ بنوایا لیکن یہ عمارت مغلیہ عہد کے اس عظمت کو ظاہر نہیں کرتے جو اس کی خصوصیت تھی۔

مغل طرز کا بہار میں سب سے خوبصورت مثال 1617ء میں تعمیر شدہ منیر میں واقع شاہ دولت کا مقبرہ ہے جسے جہانگیر کے زمانے میں بہار کے صوبہ دار ابراہیم خان کاکر نے بنوایا تھا۔ اس کی تعمیر لال بلوا پتھر سے ہوئی ہے۔ اس میں اکبر کے عہد کے مغل طرز کی تمام خصوصیات نظر آتی ہیں۔ مغل فن تعمیر کا طرز اور روایت اٹھارہویں اور انیسویں صدی میں نئے منظم صوبوں کی سرپرستی میں جاری رہا۔ اس کی ایک اچھی مثال اودھ کے نوابوں کے ذریعہ لکھنو میں تعمیر شدہ عمارتیں ہیں۔

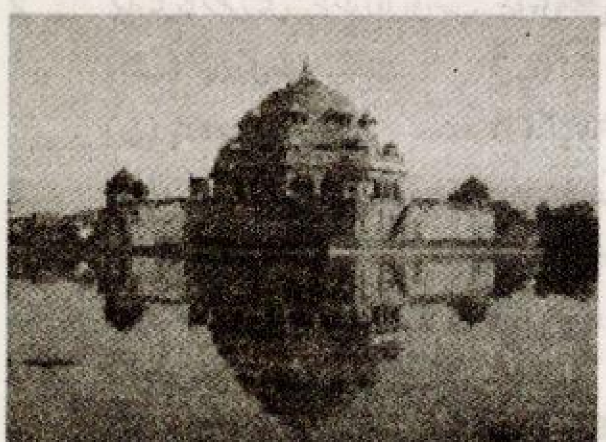

سہرام میں شیر شاہ کا مقبرہ

سہرام میں واقع شیر شاہ کا مقبرہ

بہار کے سہرام میں تین مقبروں کی تعمیر سولہویں صدی میں شیر شاہ اور اس کے بیٹوں کے ذریعہ کروائی گئی۔ اس میں شیر شاہ کا مقبرہ جو افغان طرز میں تعمیر شدہ ہے جو فن تعمیر میں اپنی خصوصی اہمیت رکھتا ہے۔ یہ پورے ہندوستان میں افغانی طرز کا بہترین نمونہ ہے۔ یہ عمارت 1545ء میں بن کر تیار

5 شاہ جہاں نے لال قلعہ کی تعمیر دلّی میں کس سال کروائی؟

(الف) 1638ء (ب) 1642ء

(ج) 1636ء (د) 1650ء

آیئے یاد کریں۔صحیح اور غلط کی پہچان کریں

(i) شمالی ہند میں مندر تعمیر کی درروڑ طرز رائج تھی۔

(ii) کونارک کا سورج مندر بنگال میں واقع ہے۔

(iii) مغل عہد کی فن تعمیر اکبر کے عہد حکومت میں اپنی ترقی کے عروج پر پہنچ گیا۔

(iv) شیر شاہ کا مقبرہ سلطنت عہد اور مغل عہد کے فن تعمیر کے بیچ ثالثی کا کردار نبھاتا ہے۔

(v) بہار میں مسلم عبادت گاہوں کے تعمیر کی پہلی مثال بیگو حجام کی مسجد ہے۔

آیئے غور کریں

1 مندروں کی تعمیر میں راجاؤں کی اہمیت کا علم کیسے ہوتا ہے؟

2 موجودہ عمارت اور عہد وسطیٰ کی عمارتوں میں استعمال میں لانے والی سامان کے معیار میں آپ کیا فرق دیکھتے ہیں۔

3 مندر تعمیر کی ناگرا اور درروڑ طرز وں میں فرق کو واضح کریں۔

آیئے کر کے دیکھیں

1 اپنے آس پاس کسی ایسی عمارت یا عبادت گاہ کا پتہ لگایئے جو طرز کے سطح پر عہد وسطیٰ کے مندروں، مسجدوں یا مقبروں میں یکسانیت رکھتے ہوں۔

2 اپنے آس پاس کسی پارک یا باغ کی سیر کر کے اس کو بیان کریں اور یہ بھی بتائیں کہ کس معنی میں یہ مغلیہ عہد کے باغات سے مختلف ہے؟

فروخت ہوتی تھیں۔ دلّی کے سلاطین اور مغل حکمرانوں نے ذاتی اور ملکی ضرورت کی چیزوں کی فراہمی کے لئے شاہی کارخانوں کی تعمیر کئے تھے (کارخانوں کے متعلق آگے مطالعہ کریں گے) اس طرح کے شہروں میں جنوبی ہندوستان میں کانچی پورم، مدورائی تنجاپور اور شمالی ہندوستان میں دہلی، آگرہ، لاہور جیسے شہروں کے نام لئے جاسکتے ہیں۔

مندر، شہر اور زیارت گاہیں

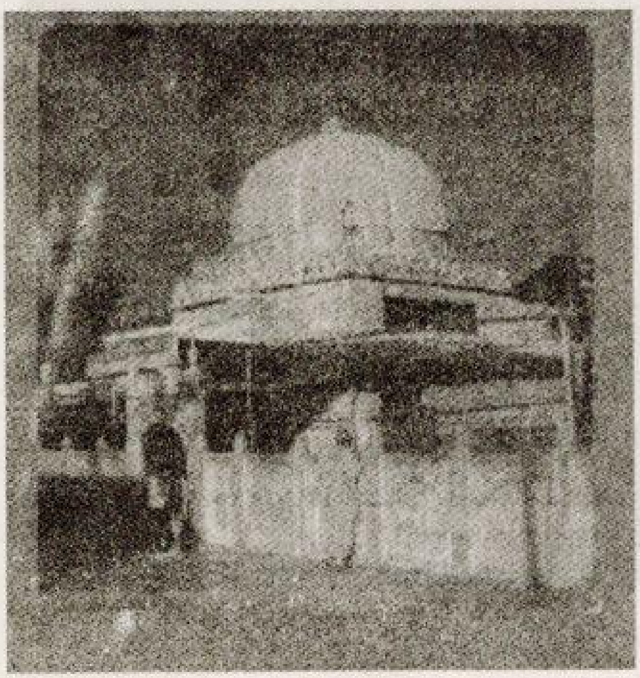

تصویر: 1 اجمیر شریف

جنوبی ہند میں حکمراں، تاجروں اور دولت مند لوگوں کے ذریعے دیوی، دیوتاؤں کے تئیں اپنی عقیدت، یقین اور بھکتی کو ظاہر کرنے کے لئے مندر بنایا جاتا تھا اور گاؤں کا گاؤں دان کردیا جاتا تھا۔ اس لئے مندروں کے پاس کافی پیسے اور جائیداد جمع ہوگئے تھے۔ مندروں کی دیکھ بھال کرنے والوں نے مندر کے سرمایے کو تاجروں کو قرض دینے میں استعمال کئے تھے۔ اس طرح ان پاکیزہ مقامات نے ایک مخصوص علاقے کے کاروبار کو آگے بڑھانے میں بڑا کام کیا کیونکہ اس وقت مندر ہی قیمتی اشیاء کے سب سے بڑے خریدار اور صارف تھے۔ دھیرے دھیرے بڑی تعداد میں ماہر کاریگر وار بیوپاری مندروں کی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لئے مندر کے نزدیک بستے گئے۔ جنوبی ہند میں آٹھویں سے بارہویں صدی کے دوران تنجاور، کانچی پورم، تروپتی وغیرہ شہروں کا فروغ اسی طرح سے ہوا۔

بھکتی تحریک کے پھیلنے کے سبب زیارت گاہوں اور تیرتھوں کی اہمیت بڑھی۔ مذہبی عقیدت کے پاکیزہ مقامات پر

بندرگاہ شہر

شہروں کے تیار مال کو دوسرے دیشوں میں لے جانے کے لئے سمندر کے ساحلی علاقوں میں حکمرانوں اور تاجروں کے ذریعے بندرگاہوں کا فروغ کیا گیا۔ انجوبن، منی گرامم، نانا دیسی جیسے کاروباری لوگوں کی وجہ سے ساحلی بستیوں کی اہمیت بڑھی۔ حکمرانوں کے مخصوص فرمانوں کے ذریعے غیر ملکیوں (یہودیوں، عیسائیوں، عرب باشندوں) کو ساحلی شہروں میں بسنے اور تجارت کرنے کی چھوٹ دی گئی۔ گجرات جہاں جین تاجروں کا بول بالا تھا، مغربی ہند کا خاص کاروباری مرکز تھا۔ یہاں کے بندرگاہ بھڑوچ اور سورت عہد وسطی میں تجارتی مرکز کے روپ میں پھلے پھولے۔

ہندوستان کے مغربی ساحل کا عرب، فارس کی کھاڑی اور اس کے آگے کے ملکوں کے ساتھ کاروباری تعلق تھا۔ دسویں سے بارہویں صدی کے درمیان تھانا، گووا، بھٹکل، منگلور، کوچین جیسے بندرگاہ کا فروغ لمبی دوری کی تجارت کے سبب ہوا۔ مشرقی کنارے میں واقع مشہور بندرگاہ ہگلی، موٹوپلی، مکسولی پٹنم، جنوبی مشرقی تجارت کا باب خاص ثابت ہوا۔ عربی گھوڑوں کے تاجروں کی وجہ سے کرناٹک اور کیرل کے ساحلی شہروں کی اہمیت بڑھ گئی۔ یوروپی تاجروں کی آمد کے ساتھ مغربی اور مشرقی ساحل سمندر پر کئی نئے بندرگاہ اور شہر نمودار ہوئے جو دھیرے دھیرے ان کے فوجی اور انتظامی مراکز میں تبدیل ہو گئے۔ بمبئی، کلکتہ اور مدراس اس کی خاص مثال تھے۔

شہری پس منظر

زیادہ تر شہر ایک چہار دیواری سے گھرے ہوئے تھے۔ اس میں ایک یا زیادہ داخلے کے دروازے ہوتے تھے۔ شہر کی بیشتر آبادی اس چہار دیواری کے اندر ہوتی تھی۔ منصوبہ بند طریقے سے بسائے گئے شہروں میں بازار الگ سے بنائے جاتے تھے۔ کئی بازار کسی خاص شے کی خرید وفروخت کے لئے جانے جاتے تھے۔ شہر کئی محلوں میں بنٹے ہوتے تھے۔ زیادہ تر محلے کسی خاص ذات یا کاروبار کے نام سے مشہور تھے۔ مثال کے طور پر کنجڑی محلہ (سبزی بیچنے والے)، موچی باڑا (جوتے بنانے والے)، محلہ جرگ ران (سونار)، کوچہ رنگریز (کپڑے رنگنے والے)۔

شہروں میں مختلف ذات، مذہب اور کاروبار کے لوگ رہتے تھے۔ حاکم، امیر اور تاجر شہروں کے سب سے دولت مند لوگ ہوتے تھے۔ شہر کے زیادہ تر لوگ اوسط طبقے کے ہوتے تھے۔ اس طبقے میں چھوٹے منصب دار، عملے، دکاندار،

فروخت ہوتی تھی۔ پھیری لگا کر مال بیچنے والے تاجروں کا ایک طبقہ تھا، جو لوگوں کی ضرورتوں کو پوری کرتا تھا۔ اس کے علاوہ راجپوتانہ علاقے کے بنجارے اناج، نمک، چینی، مکھن وغیرہ سینکڑوں بیلوں پر لاد کر ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جاتے تھے۔ بنجارے گھومتے پھرتے تاجر تھے۔ ان کا کارواں ٹانڈا کہلاتا تھا۔ باب 3 میں پڑھے ہوں گے کہ علاء الدین خلجی بنجاروں کا استعمال شہر کے بازاروں تک اناج کی ڈھلائی کے لئے کرتے تھے۔ بادشاہ جہانگیر نے اپنی آپ بیتی ''تزک جہانگیری'' میں لکھا ہے کہ بنجارے مختلف علاقوں سے اناج لے جا کر شہروں میں بیچا کرتے تھے۔ وہ مغلوں کے فوجی مہم کے دوران فوجیوں کے لئے اشیاء خوردنی کی ڈھلائی کا کام بھی کرتے تھے۔

بنجارے

سترہویں صدی کے آغاز میں ہندوستان کے آنے والے ایک انگریز تاجر پیٹر منڈی نے بنجاروں کے متعلق لکھا ہے:-

''صبح ہماری ملاقات بنجاروں کے ایک ٹانڈا سے ہوئی جس میں 14000 بیل تھے، سارے مویشی گیہوں اور چاول جیسے اناجوں سے لدے ہوئے تھے...... یہ بنجارے لوگ اپنی گھر گرہستی، بیوی اور بچے اپنے ساتھ لے کر چلتے ہیں۔ ایک ٹانڈا میں کئی خاندان ہوتے ہیں۔ ان کے جینے کا طریقہ ان محنت کشوں سے ملتا جلتا ہے جو لگاتار ایک جگہ سے دوسری جگہ جاتے رہتے ہیں۔ گائے بیل ان کے اپنے ہوتے ہیں۔ کئی دفعہ وہ سوداگروں کے ذریعے اجرت پر مامور کئے جاتے ہیں لیکن زیادہ تر وہ خود سوداگر ہوتے ہیں۔ جہاں اناج سستا ملتا ہے وہاں سے وہ خریدتے ہیں اور اس جگہ لے جا کر فروخت کرتے ہیں جہاں مہنگا بکتا ہے۔ وہاں سے وہ پھر ایسی چیزیں لادتے ہیں جو کسی اور جگہ منافع کے ساتھ بیچی جا سکتی ہیں...... ٹانڈا میں چھ سے سات سو لوگ ہو سکتے ہیں...... وہ ایک دن میں چھ یا سات میل سے زیادہ سفر نہیں کرتے...... یہاں تک کہ ٹھنڈے اور اچھے موسم میں بھی وہ اپنے گائے بیلوں پر سے سامان اتارنے کے بعد انہیں چرنے کے لئے کھلا چھوڑ دیتے ہیں کیونکہ یہاں بہت ہے اور انہیں روکنے والا کوئی نہیں ہے۔''

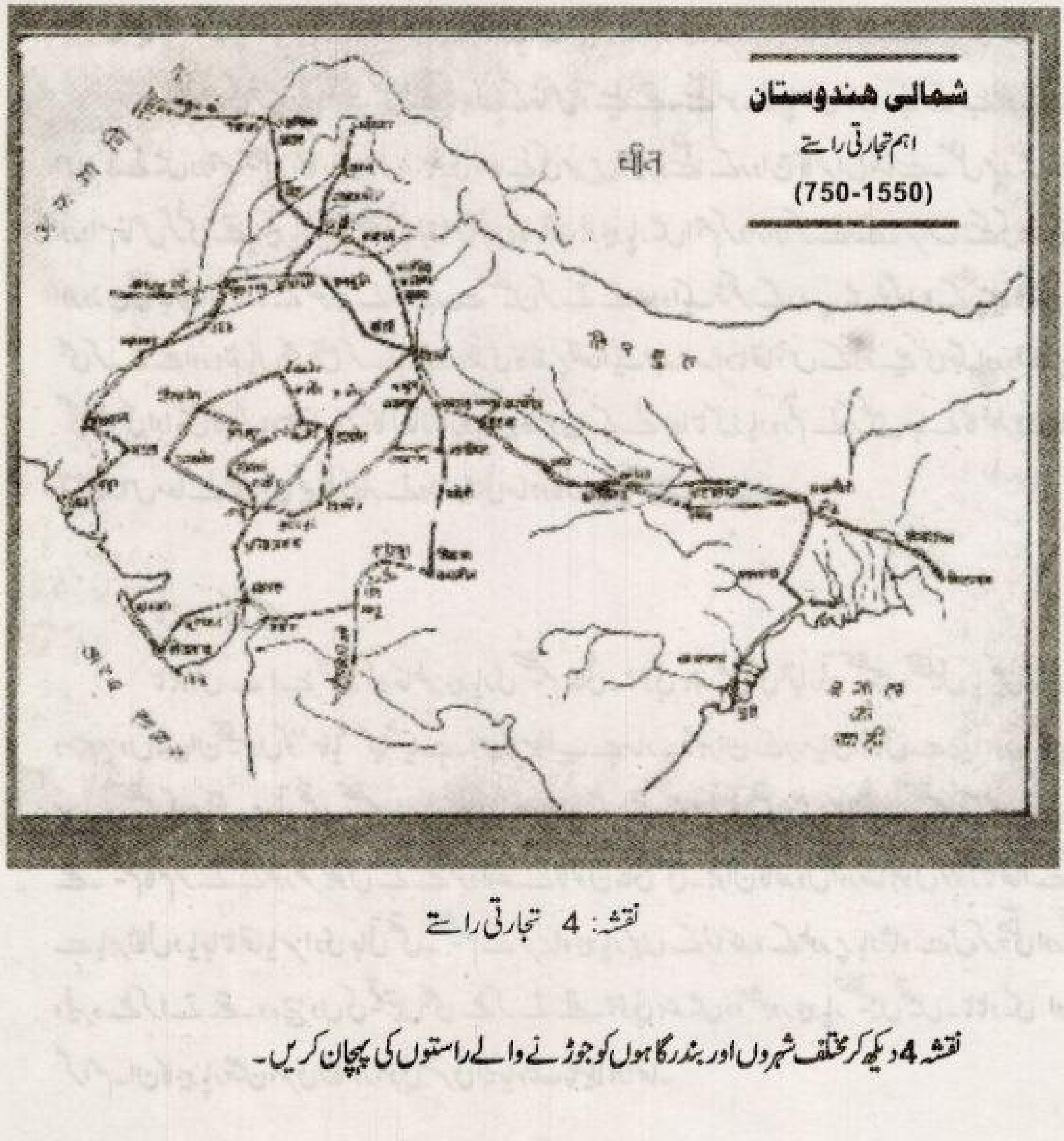

نقشہ: 4 تجارتی راستے

نقشہ 4 دیکھ کر مختلف شہروں اور بندرگاہوں کو جوڑنے والے راستوں کی پہچان کریں۔

سڑکوں کے علاوہ ہندوستان کے مغربی اور مشرقی ساحلوں کے ساتھ لگے سمندری راستوں نے بھی غیر ملکی تجارتی تعلقات کو بڑھانے میں اہم کردار نبھایا۔ میدانی علاقوں میں سامانوں کو لانے لے جانے کا خاص وسیلہ بیل گاڑیاں تھیں لیکن جہاں یہ نہیں چل پاتی تھیں وہاں سامانوں کو ڈھونے کے لئے بیل، کھچر، اونٹ اور آدمیوں کا استعمال کیا جاتا تھا۔ ناؤں کا

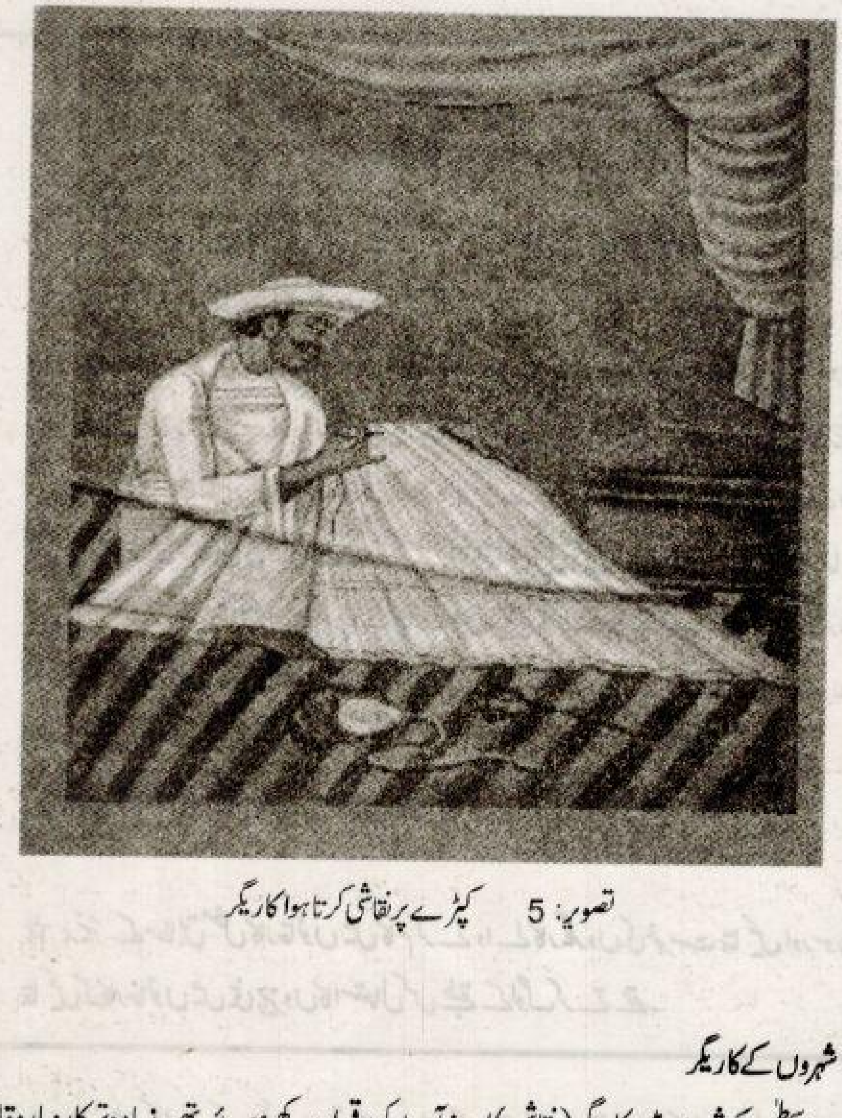

تصویر: 5 کپڑے پر نقاشی کرتا ہوا کاریگر

شہروں کے کاریگر

دور وسطیٰ کے شہروں میں کاریگر (نقاش) اپنے آرٹ کو برقرار رکھے ہوئے تھے۔ زیادہ تر کاروبار مقامی ہوتے تھے جو نسل درنسل منتقل کیے جاتے تھے۔ کئی شہر اپنے خاص پیداواروں کے لئے مشہور تھے۔ اس کے علاوہ سرکاری کارخانے بھی تھے جو دہلی کے سلطانوں اور مغل بادشاہوں کے ذریعہ قائم کیے گئے تھے۔ ان کارخانوں میں حکمراں، ان کے خاندان اور حکومتی ضروریات کی چیزیں بنائی جاتی تھیں۔

تصویر: 6 بیدری دست کاری کا ایک نمونہ

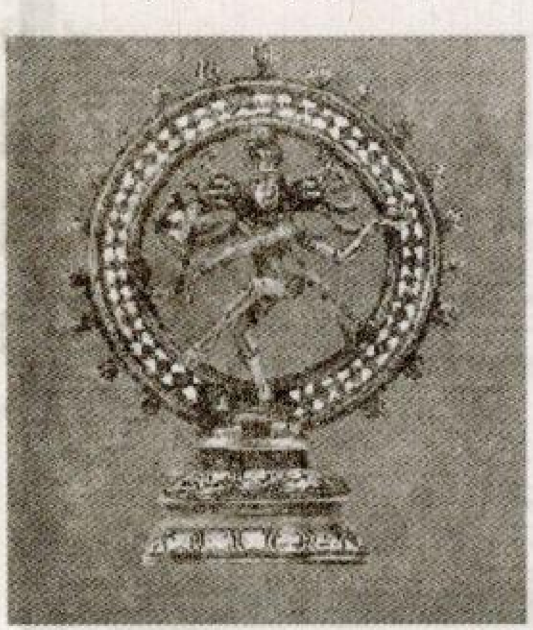

تصویر: 7 نٹراج کا کانسے کا مجسمہ

برتنوں پر سونے چاندی کے خوبصورت جڑاؤ کے کام کے لئے بے حد مشہور تھا۔ پانچال خاندان، جس میں سنار، کسیرے، لوہار، راج منتری اور بڑھئی شامل تھے وہ مندروں، راج محلوں اور عمارتوں کی تعمیر میں اہم رول نبھاتے تھے۔ چول عہد میں کانسے کی بنی مورتیاں کاریگری کی بہترین مثالیں تھیں۔ چول کانسے کی مورتیاں مومی ترکیبوں سے بناتے تھے۔

مومی تکنیک

اس تکنیک کے تحت سب سے پہلے موم کی ایک مورتی بنائی جاتی تھی۔ اس کے اوپر مٹی کی تہہ چڑھائی جاتی تھی۔ اس کے بعد اسے سوکھنے کے لئے چھوڑ دیا جاتا تھا۔ سوکھنے کے بعد اسے گرم کیا جاتا تھا، جس سے موم پگھل جاتا تھا اور سانچہ رہ جاتا تھا۔ سانچے میں پگھلی ہوئی دھات بھر دی جاتی تھی۔ دھات ٹھنڈی ہو کر جب ٹھوس ہو جاتی تھی تو مٹی کو احتیاط سے ہٹا دیا جاتا تھا اور اس میں سے نکلی مورتی کو پالش کر چمکا دیا جاتا تھا۔

☆ کیا آج دھات کی مورتیاں اسی تکنیک سے بنائی جاتی ہیں؟ پتا کیجئے۔

ایسٹ انڈیا کمپنی

اس کے تحت کئی بیوپاری ایک ساتھ مل کر ساجھے داری میں کمپنی بناتے تھے۔ کسی بھی تجارتی سرگرمی سے جڑے نفع نقصان میں وہ بھی برابر کے حصہ دار ہوتے تھے۔

سترہویں صدی میں یورپ کے دوسرے ملک جیسے برطانیہ، ہالینڈ (ڈچ) اور فرانس کے تاجروں نے ہندوستان کے ساتھ تجارت کرنے کے لئے ایسٹ انڈیا کمپنی بنائی۔ ان یوروپی کمپنیوں نے تجارت کی سہولت کے لئے ہندوستان کے مختلف شہروں اور ساحلی علاقوں میں فیکٹریاں (گودام) بنائیں۔ تجارتی فیکٹریوں کو بنانے کے لئے انہوں نے ہندوستانی حکمرانوں کی اجازت حاصل کی تھی۔ یوروپی کمپنیوں کے بیوپار کے پھیلاؤ سے پرتگالیوں کے تجارتی کام کم ہونے لگے۔

یورپی کمپنیاں اپنے تجارتی فائدے کے لئے آپس میں مقابلہ کرنے لگیں۔ انہیں ہندوستانی راجاؤں اور تاجروں سے بھی مقابلہ کرنا پڑتا تھا۔ بالآخر اس مقابلے میں انگریزی ایسٹ انڈیا کمپنی (انگلینڈ کے تاجر) کامیاب رہی اور ہندوستان میں بیشتر کامیاب سیاسی اور تجارتی طاقت کی شکل میں ابھر کر سامنے آئیں۔

یوروپی تاجروں کی آمد کے بعد یوروپ کے ملکوں میں ہندوستانی سوتی کپڑے کی مانگ میں تیزی آئی۔ زیادہ سے زیادہ لوگوں نے کپڑا بنانے سے متعلق کاموں جیسے کتائی، بنائی، دھلائی وغیرہ کاروبار کو اپنا لیا۔ لیکن اس دور میں دستکاری کی آزادی کم ہونے لگی۔ یوروپی کمپنیاں ہندوستان کے دستکاروں اور کاریگروں کو پیشگی رقم دیتی تھیں اور ان سے انہیں چیزوں کی پیداوار تیار کرواتی تھیں جن کی مانگ یوروپ کے ملکوں میں زیادہ تھی۔ اس کام میں ہندوستانی تجارتی یوروپی کمپنیوں کے ایجنٹ کے روپ میں کام کرتے تھے۔ اسے "داونی" کہا جاتا تھا۔

نقشہ 8 کو دیکھیں اور بتائیں کہ ہندوستان سے غیر ملکوں کو جانے اور غیر ممالک سے ہندوستان آنے والی کون سی چیزیں تھیں؟

شہروں کے بدلتے رنگ روپ

انگریزی ایسٹ انڈیا کمپنی نے اپنی تجارتی سرگرمیوں کو جاری رکھنے کے لئے کلکتہ، مدراس اور بمبئی میں فیکٹریاں

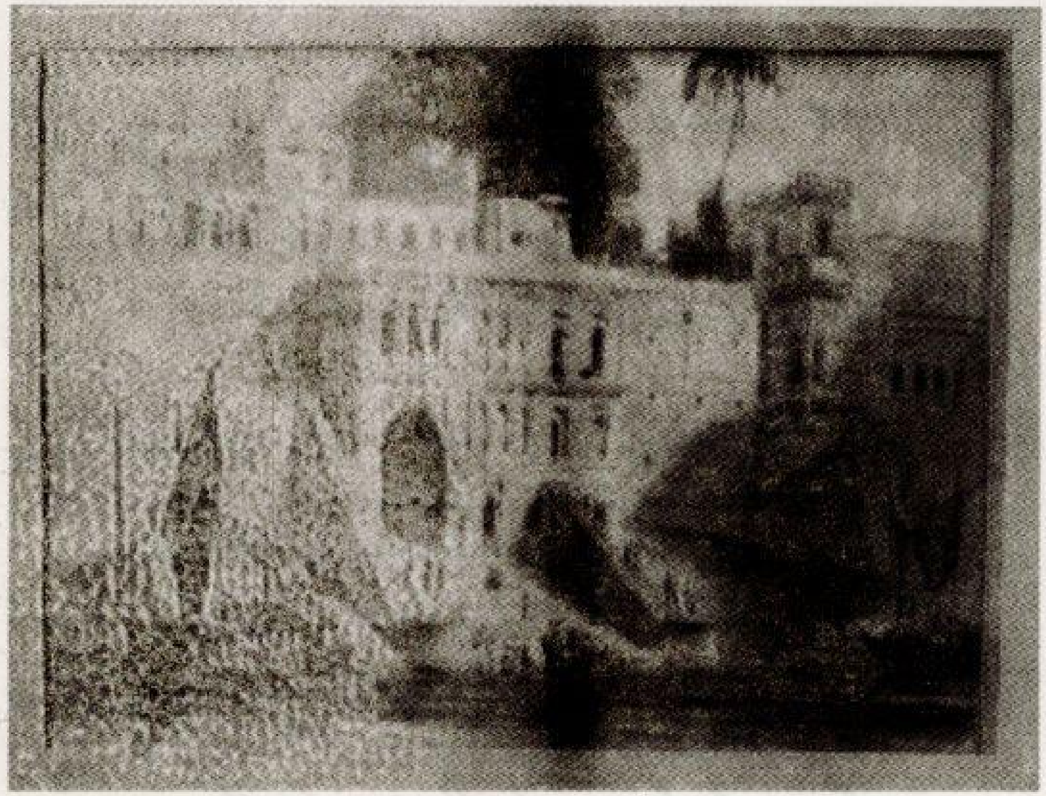

تصویر: 9 گنگا کے کنارے پٹنہ

افغان مغل دور میں صوبہ بہار کا ایک ناظم یا صوبے دار ہوتا تھا۔ 1704ء میں اورنگ زیب کے پوتا عظیم بہار کے صوبے دار بنے۔ عظیم نے پٹنہ کو نئے طریقے سے بسایا اور اسے عظیم آباد کا نام دیا۔ انہوں نے محلوں کو بسانے کا کام اس طرح کیا کہ عظیم آباد کی خوبصورتی بڑھ گئی۔ لودھیوں کے محلے کا نام **لودھی کٹرہ** پڑا۔ اس محلے کے پاس جہاں مغل افسران رہتے تھے اسے **مغل پورہ** کہا گیا۔ شیر شاہ کے خاندان کے رہنے کی جگہ کیواں **شکوہ** کے نام سے جانا جاتا ہے۔ علماء، ادیب، شاعر کا محلہ **میدان فصاحت** کہلایا۔ صدرالصدور کی رہائش **صدر گلی** کے نام سے مشہور ہے۔ ہندو امراء کے نام سے **دیوان محلہ** آباد ہوا۔

عظیم کے دور میں یہاں سے بنائے گئے سکوں پر عظیم آباد لفظ کا استعمال کیا گیا۔ پٹنہ شہر کے مشرقی سرحد پر مال سلامی محلہ، مغل عہد میں تجارتی سامان اور مال پر چنگی (سلامی) کی وصولی کا مرکز تھا۔

﴿ مشق ﴾

آیئے پھر سے یاد کریں

1 حکمراں، تاجر اور دولت مند لوگ مندر کیوں بناتے تھے؟

2 شہروں میں کون کون سے لوگ رہتے تھے۔

3 تجارتی سامانوں کے ذرائع نقل وحمل کے کیا ذرائع تھے؟

4 سترہویں صدی میں کن یوروپی تجارتی کمپنیوں کا ہندوستان میں آنا ہوا؟

5 دونوں کالم کو صحیح صحیح ملایئے

(الف)	مندر نگر	(i)	دلی
(ب)	تیرتھ مقامات	(ii)	تروپتی
(ج)	انتظامی شہر	(iii)	گوا
(د)	بندرگاہ شہر	(iv)	پٹنہ
(ہ)	کاروباری شہر	(v)	پشکر

آیئے سمجھیں

6 عہد وسطی کے ہندوستان میں درآمد کی چیزوں کی فہرست بنایئے؟

7 ہندوستان میں یوروپی تجارتی کمپنیوں کی آمد کے اسباب کی وضاحت کیجئے؟

8 مندروں کے اطراف میں شہر کیوں بنے؟

7

سماجی و تہذیبی فروغ

بچو! آپ نے اپنے گاؤں یا محلے میں الگ الگ ذات، مذہب یا فرقے کے لوگوں کو ایک ساتھ رہتے ہوئے دیکھا ہوگا۔ کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ ان کے کھانے پینے، رہنے سہنے اور سوچنے سمجھنے میں کون کون سی یکسانیت اور کون کون سے فرق ہیں؟ آپ کو یہ جاننے کی کوشش ضرور کرنی چاہئے کہ الگ الگ ذات اور مذہب کے ہوتے ہوئے بھی یہ سبھی لوگ ایک دوسرے کے اتنے قریب کیسے آئے؟

مختلف مذہب میں پائی جانے والی یکساں اور غیر یکساں چیزوں اور کاموں کی فہرست بنائیں		
مذہب کے نام	یکسانیت	فرق

اسلام کا ہندوستانی تہذیب سے اشتراک

ہندوستان میں قدیم زمانے سے ہی تہذیبی میل جول (اشتراک) کی مستحکم روایت رہی ہے۔ جیسا کہ آپ چھٹی جماعت میں پڑھ چکے ہیں، یہاں عہد قدیم میں آریوں، شکوں، کشانوں اور ہنوں وغیرہ کی آمد ہوئی۔ یہ سبھی دوسرے ممالک

پڑا۔ان لوگوں کے ذریعہ بغیر کسی رکاوٹ کے پورے ہندوستان میں اپنے خیالات وافکار کو پھیلانے کا کام کیا گیا۔ان پر ایک دوسرے کے نظریات و خیالات کے اثرات واضح طور پر دیکھنے کو ملتے ہیں، جیسا کہ آپ اسی باب میں دیکھیں گے۔ترک حکومت کے قیام کے ساتھ ہی مذہب اسلام کے ماننے والے ایرانی، افغانی اور خراسانی لوگ بھی ہندوستان میں بڑی تعداد میں آکر بسے۔ان لوگوں نے منگولوں کے خوف سے ہندوستان کی طرف اپنا رخ کیا۔

ترکوں کے سیاسی غلبہ کے تین چار سو سال بعد مغل دور میں اکبر کے ذریعہ اپنائے گئے مذہبی وسیع المشربی نے ہندوؤں اور مسلمانوں کو ایک دوسرے کے قریب کیا۔حالانکہ وسیع المشربی کی ان پالیسیوں کو بعد کے حکمرانوں نے پوری طرح نہیں اپنایا۔

> **کیا آپ جانتے ہیں ؟**
>
> بہار میں ترکوں کی حکومت کے پہلے صوفیوں کی آمد ہو چکی تھی۔منیر میں آکر بسنے والے امام تاج فقیہ بہار کے پہلے صوفی سنت تھے۔ان کے علاوہ حاجی پور، بہار شریف، پھلواری شریف، ارول، منورا (اوبرا) وغیرہ جگہوں پر متعدد صوفی سنتوں نے اپنی خانقاہیں بنائیں جنہیں آج بھی آپ کسی نہ کسی شکل میں موجود دیکھ سکتے ہیں۔

ہندوستانیوں اور اسلام کے ماننے والوں کے درمیان آپسی میل جول سے اسلامی رواج، مذہب، فن، پہناوا اور پکوان وغیرہ کو بھی ہندوستانیوں نے اپنایا۔آپ کرتا، پاجامہ، شلوار، قمیض، اچکن اور لنگی وغیرہ لوگوں کو پہنتے دیکھتے ہوں گے۔ان کے آنے سے پہلے ہندوستانی صرف دھوتی یا ساڑی ہی پہنتے ہوں گے۔اسلام کے ماننے والے کھانے پینے کی چیزوں میں حلوہ اور سموسہ جیسی لذیذ چیزیں بھی اپنے ساتھ لے کر آئے۔اسلامی کاری گروں نے عمارت کی تعمیر کے کچھ نئے طریقے کو بھی رائج کیا جسے آپ پانچویں باب میں تفصیل سے دیکھیں گے۔

آپ اپنے استاد یا ماں باپ کی مدد سے پانچ پانچ ہندو دیوی دیتاؤں، صوفی سنتوں اور بھکتی سنتوں سے متعلق مقامات کی فہرست بنائیے۔

نمبر شمار	ہندو		عہد وسطی	
	دیوی	دیوتا	صوفی سنت	بھکتی سنت
1				
2				
3				
4				
5				

اسے بھی جانیں

مذہب اسلام کا اگر چہ ذات اور فرقہ میں یقین نہیں تھا پھر بھی ہندو مذہب سے اسلام مذہب اپنے والے اعلیٰ ذات کے لوگوں کو اشراف اور پسماندہ ذات کو اجلاف کہا جاتا تھا۔ دھیرے دھیرے مسلمانوں کے بیچ بھی ذات پر مبنی تقسیم ہونے لگی۔ شیخ، سید، ملک، پٹھان، انصاری، جلاہا وغیرہ کے روپ میں لوگ سامنے آنے لگے۔ اس طرح ہندو مسلم کے آپسی تعلق سے ایک مشترکہ تہذیب کا فروغ ہوا۔

درگا، وشنو وغیرہ کی پوجا کرنے والے لوگوں کے خیال مذہبی کہانیوں کا حصہ بنتے گئے۔ مذہبی کتابوں میں اس بات کا ذکر ملتا ہے کہ بھکت بھلے ہی کسی ذات کا ہو، وہ سچی بھکتی سے ایشور کی قربت حاصل کر سکتا ہے۔ بھکتی کے اس خیال نے ہندوؤں کے پیشواؤں کے ساتھ ساتھ بودھ اور جین دھرم کے پیشواؤں کو بھی متاثر کیا۔

آپ پچھلے درجے میں دیکھ چکے ہیں کہ بھکتی کی شروعات ماتری دیوی اور شیو کی پوجا کے ساتھ ہڑپ تہذیب سے ہی شروع ہو جاتی ہے جبکہ بھکتی کا نظریہ ویدک دور سے ہی شروع ہوتا ہے۔ ویدوں اور اپنشدوں میں آتما اور ایشور کے بیچ سیدھا تعلق قائم کرنے کا خیال پیش کیا گیا تا کہ ہر جاندار کو پنر جنم سے نجات حاصل ہو جائے۔ مذہبی دکھاوے اور غلط کاریوں کو بھی چھوڑنے کا خیال اپنشد کے عین مطابق ہے۔

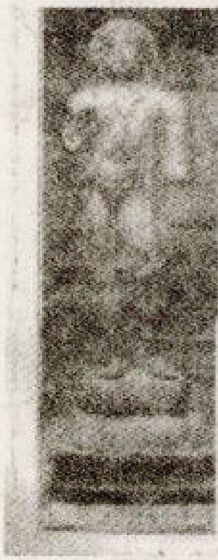

مینکو ساگار کی کانسے کی مورتی

بھکتی تحریک کے اسباب

عہد وسطیٰ کے ہندوستان میں بھکتی تحریک کے آغاز اور ارتقا میں کئی طرح کے حالات ذمہ دار تھے۔ ویدک رسم، پوجا پاٹھ، مذہبی سرگرمی وغیرہ کافی مہنگے ہو گئے تھے۔ پجاری (پروہت) طبقہ اپنے فائدے کے لئے ویدک رسومات کی ادائیگی کو بہت خرچیلا بنا چکا تھا۔ ان حالات میں ہر خاص و عام مذہبی رسوم کی تکمیل کا خرچ برداشت کرنے میں ناکام تھا۔ دلتوں اور پسماندہ طبقات کے لوگوں کے سماج میں چھوا چھوت اور اونچ نیچ کے فرق کے سبب استحصال زدہ اور ذلیل ہونا پڑتا تھا۔ نتیجتاً سماج کے اس طبقہ کیلئے ایک ایسے مذہب کی ضرورت محسوس ہوئی جو آسان ہو اور سماج میں مساوات کا پیغام دیتا ہو۔

دلی سلطنت کے قیام کے بعد مذہب اسلام کی وحدانیت اور مساوات کے نظریات کی تشہیر و تبلیغ سے بھی ہر طرح کے لوگ اس طرف متوجہ ہوئے۔ ان حالات میں بھکتی سنتوں کے ذریعہ ہندو دھرم میں خود کی اصلاح کی کوشش شروع ہوئی اور بھکتی تحریک کا آغاز ہوا۔

مینکو ساگار کی تخلیق کا ایک نمونہ

میرے بدن کے اس غلیظ پتلے میں
تم آئے جیسے یہ کوئی سونے کا مندر رہو
میرے مہربان پربھو، میرے پاکیزہ ترین جواہر
تم نے مجھے دلاسہ دے کر بچالیا
تم نے میرا دکھ، میرے جنم مرن کی تکلیف، اور موہ مایا ختم کردیا اور مجھ کو نجات دے دی
ہے برہمانند، ہے پرکاش مے، میں نے تم میں پناہ لی ہے
اور میں تم سے کبھی دور نہیں ہوسکتا

اوپر کی نظم میں شاعر بھگوان کو کیا کہنا چاہتا ہے ؟

شنکراچاریہ : بھکتی کے ساتھ فلسفہ کا میل

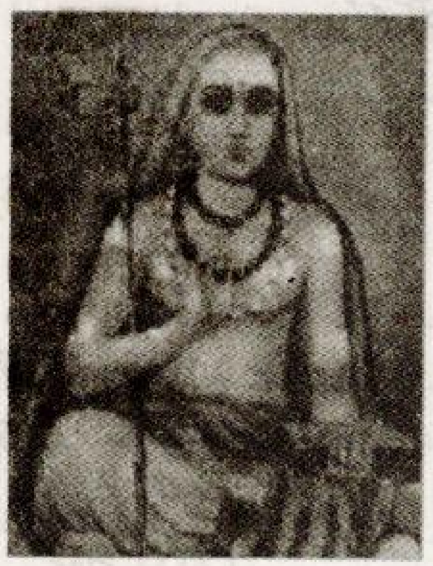

شنکراچاریہ

اسی بھکتی عہد میں عظیم فلسفی شنکراچاریہ کی پیدائش کیرل میں آٹھویں صدی کے نصف آخر میں ہوئی۔ انہوں نے بتایا کہ ہر جاندار میں پرماتما کا نواس ہوتا ہے۔ صرف ایک سچ برہما (پرمیشور) ہے۔ باقی پورا سنسار جھوٹا ہے۔ شنکراچاریہ نے سنسار کو جھوٹا مان کر اور برہما کو سچ سمجھ کر نجات حاصل کرنے کے لئے علم و عرفان کے راستے کو اپنانے کا پیغام دیا۔ انہوں نے اپنے فلسفیانہ خیالات کو پورے ہندوستان میں قابل قدر بنایا اور چاروں سمتوں میں مٹھ قائم کرکے پورے ملک میں تہذیبی یگانگت قائم کرنے کی کوشش کی۔

شنکراچاریہ نے ایشور کے تئیں بھکتی کے لئے

صدی کے نام دیو سے سترہویں صدی کے تکارام تک بھکتوں کی ایک اچھی روایت دیکھنے کو ملتی ہے۔انہوں نے ایشور کے تئیں عقیدت اور محبت کے اصول کو ہر دل عزیز بنایا۔ان سنتوں نے مذہبی ریاکاری، مورتی پوجا، زیارت اور توہم پرستی کی مخالفت کی۔انہوں نے اونچ نیچ اور بھید بھاؤ سے بھی اختلاف کیا اور اپنے پیروکاروں میں سبھی ذات کے لوگوں، عورتوں اور مسلمانوں کو بھی شامل کیا۔

مہاراشٹر کے سنتوں نے بھکتی کی یہ روایت پنڈھر پور میں وِٹھل سوامی کو ایشور کی شکل میں ظاہر کیا۔ان کی تحریروں کو 'ابھنگ' کہتے ہیں۔انہوں نے سبھی ورنوں، ذاتوں اور یہاں تک کہ پسماندوں کو بھی ایک نظر سے دیکھا۔

مہاراشٹر کے بھکتی سنتوں کے نام گنیشور، نام دیو، ایک ناتھ، تکارام، گیانیشور، سکوبائی، چوکھ میلا کا خاندان

مہاراشٹر کے بھکتی سنتوں نے اپنے ابھنگ کے ذریعہ سماجی رسوم پر سوالیہ نشان لگایا۔

سنت تکارام کا ابھنگ (مراٹھی بھکتی گیت)

جو دین دکھیوں، کمزوروں کو
اپنا سمجھتا ہے
وہی سنت ہے
کیونکہ ایشور اس کے ساتھ ہے

وہ ہر نیک آدمی کو
اپنے دل سے لگائے رکھتا ہے
وہ ایک غلام کے ساتھ بھی
اپنی اولاد جیسا سلوک کرتا ہے

تکارام کا کہنا ہے:
میں یہ کہتے کہتے
کبھی نہیں تھکوں گا

یعنی جو بھکتی جنوبی ہند میں شروع ہوئی اسے رامانند شمالی ہند میں لایا اور کبیر نے اسے مشتہر کیا۔ انہوں نے جاتی واد اور بھید بھاؤ کو غلط بتایا اور سبھی ذات کے لوگوں کے ساتھ ساتھ کھانے پینے کو بھی صحیح ٹھہرایا۔ ان کے شاگردوں میں نچلی ذات کے ہندو اور مسلمان بھی تھے۔ انہوں نے ذات پات کے خلاف کھلے طور پر لکھا کہ:

ذات پات پوچھے نہیں کوئی
ہری کو بھجے سے ہری کا ہوئی

سگن میں ایشور کو وشنو کے انسانی اوتار کی شکل میں تسلیم کیا۔ گیا نرگن طبقہ نے ایشور کا تصور نرنکار برہم کے روپ میں کیا۔ اس نے مختلف مذاہب کے درمیان اختلاف بھلا کر سماج میں انسانی مذہب کے استحکام کی کوشش کی۔

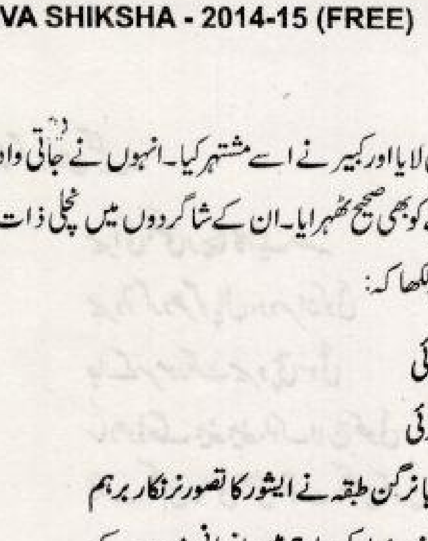

میرا بائی

رامانند رام بھکت طبقے کے سربراہ تھے۔ ان کے شاگرد دو حصوں میں بٹ گئے۔ سگن اور نرگن طبقہ۔ سگن طبقہ کے سربراہ سنت تلسی داس تھے جنہوں نے رام چرتر مانس کی تخلیق کی اور رام بھکتوں کی روایت کو ہندی بولنے والے خطوں میں اونچائی تک پہنچایا۔ انہوں نے ایک مثالی سماج کا تصور دیا، جس میں سبھی ذات کے لوگ امن اور ضابطے کیساتھ اپنی زندگی بسر کر سکیں۔

ویشنو دھرم کی روایت میں ایک اہم شاخ کرشن بھکتی کی تھی جس میں واسودیو کرشن کو وشنو کا اوتار مان کران کی پوجا پر زور دیا گیا ہے۔ اس روایت کے سربراہ سنتوں میں میرا بائی، چیتنیہ، مہا پربھو، ولبھاچاریہ، سورداس اور رس خان وغیرہ کے نام شامل ہیں۔

میرابائی کا تعلق میواڑ اور مارواڑ کے راج گھرانے سے تھا۔ یہ بچپن سے ہی کرشن میں اپنی عقیدت اور محبت کے لئے معروف تھیں۔ انہوں نے خوش حال زندگی کو چھوڑ کر پریوار کے خلاف سادھو سنتوں کی صحبت اپنائی اور دلت طبقے کے ریداس کی